کادیانی چونکہ باتفاق جمہور اہل اسلام اس قسم کے عقاید و مقالات کے سبب زندیق ٹھہرادیا گیا ہے لہذا وہ ایسی باتین عوام کو سُنا کر یہی چاہتا ہے کہ شریعت بیکار ہو۔ اور احکام اسلام درہم برہم ہون۔ اور سب لوگ میری طرح زندیق بن جائین۔

اس قسم کی باتین پہلے زندیقون نے بھی کہی تہین مگر بحمد اللہ اسلام نے انکی اچھی طرح خبر لی۔ اور انکی بیخکنی کردی۔

لوگون کے نزدیک اس تجویز سے جواز ہر ایک گناہ کی وجہ یہہ ہے کہ کریم سے اگر کوئی کسی امر کی جسکو وہ گناہ جانتا ہو۔ (مثلاً اسکی عورت سے کسیکا زنا کرنا) درخواست کرے تو اسکو اپنے کریم ہونے کے لحاظ سے اس سوال کو رد نہ کرنا۔ اور ایک شب کے لئے اپنی عورت کو سائل زانی کے پاس بھیج دینا جائز ہو جائیگا۔ اور کادیانی کی اس دلیل پر عمل کرنا پڑیگا۔ کہ اگرچہ زنا بُری صفت ہے (جیسا کہ کذب) مگر کریم کو بلحاظ کرم۔ سائل کا دل رکھنے کو اس بُرائی کا ارتکاب جائز ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر ست ✣ از ہزاران کعبہ یک دل بہتر ست

اے نادان کادیانی! خدا تعالے کے حقین اسکے کرم کی نظر سے تیرا کذب کو تجویز کرنا۔ اور وعید معین مین اسکا تخلف جائز کہنا بعینہ ایسا ہی ہے۔ خدا تعالے سے صدور کذب ایسا ہے جیسا انسان سے زنا۔ کچھہ تو سوچ۔ ذرا ہوش کر! اور شرم سے کام لے! خدا تعالے کی نسبت ایسی بات نہ کہہ۔! جو خدا تعالے نے نہین فرمائی فلا تضربوا للہ الامثال۔ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون

دوسرا دعوی (تخلف وعدہ الٰہی کے جواز) پر جو کادیانی نے آیت قرآن وَوٰعَدْنَا موسیٰ ثلثین لیلۃ سے استدلال کیا ہے اسمین خدا تعالے پر افترا کیا ہے۔ اس آیت مین صرف تیس رات کے وعدہ کا ذکر وارشاد نہین کہ ہمنے صرف تیس ہی کی رات کا موسیٰ سے وعدہ کیا تہا۔ بلکہ برخلاف اسکے صاف طور پر یہہ ارشاد ہے کہ ہمنے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کرکے اسکو دس رات سے پورا کیا۔ سو اسکے رب کا وعدہ چالیس رات سے پورا ہوا یہہ آیت نص قطعی ہے۔ کہ پورا وعدہ چالیس رات

واذ واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ وَاَتْمَمْنٰھَا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ (اعراف)	

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ہی رات کا تہا۔ مگر اس آیت مین منجملہ چالیس رات کے تیس کو پہلے ذکر کیا۔ دس کو پیچھے۔ پہر اس تفصیل کے بعد اسکا ٹوٹل کیا۔ اور فرمایا کہ وہ پورا وعدہ چالیس رات کا ہوا جسکو دوسری آیت مین بلا تفصیل چالیس ہی رات کا وعدہ کہا۔ اور صاف فرمادیا کہ ہمنے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ تو تمنے اسکے پیچھے بچھڑے کو معبود بنایا۔

واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظالمون (بقرہ ۶)	اس تفصیل کی مثال قرآن کی ایک وہ آیت ہے جسمین خدا تعالےٰ نے حج مین تمتع کرنے والے پر (جو قربانی نہ پاوے) دس روزہ فرض کیے۔ مگر پہلے تین حج کے دنون مین پہر سات اسکے بعد اور آخر فرمادیا کہ یہہ دس پوری ہوئی۔ یہان
فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج و سبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ	

اگر یہہ سوال ہو کہ اس آیت مین تو دس دن کو تفصیل مذکور سے بیان کرنے مین فایدہ ظاہر ہے کہ تین روزہ اور سات روزہ کا محل جدا جدا بیان ہوا۔ اس آیت مین چالیس رات کی تفصیل مذکور سے کیا فایدہ ہی۔ تو اسکا جواب یہہ ہے کہ وہ فایدہ تفسیر کبیر کی عبارت مین عنقریب بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اب کادیانی کے تصرف و بے ایمانی کو دیکھو کہ اس نے پوری آیت کا مضمون بیان نہ کیا۔ اور اس وعدہ الٰہی کو پہلے صرف تیس رات کا وعدہ بتایا۔ پہر دس رات سے اس وعدہ کا بدلجانا اور اپنے وقت موعود سے ٹل جانا تجویز کیا۔ اور اس چوری پر یہہ دلیری اور سینہ زوری کہ اس تبدیلی کو وہ لفظ قطعی کہتا ہے۔ اور مصرع۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کا مصداق بنکر دکہاتا ہے۔ اب ہم اپنے اس بیان کی تائید کے لئے علماء مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہین۔ جو بدست آویز آیات مذکورہ اس وعدہ کو چالیس ہی رات کا وعدہ قرار دیتے ہین نہ تیس کا امام رازی نے تفسیر کبیر جلد اول کے ص۵۲۱ مین کہا ہے۔ اس قول خداوندی سے کہ ہمنے موسےٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ کوئی (عام) چالیس رات مراد نہین۔ بلکہ (خاص) تیس یا تین ماہ

وایضاً فلیس المراد انقضاء اربعین کان بل اربعین معینین وھو الثلثون من ذی القعدۃ

والعشر الاول من ذی الحجۃ لان موسیٰ
علیہ السلام کان عالما بان المراد ھو ھذہ
الاربعون وایضا فقولہ تعالیٰ واذ واعدنا
موسیٰ اربعین لیلۃ یحتمل ان یکون المراد
انہ وعد قبل ھذہ الاربعین ان یجیئ الی
الجبل ھذہ الاربعین حتی تنزل علیہ التوراۃ
ویحتمل ان یکون المراد انہ امر بان یجیئ الی
الجبل ھذہ الاربعین ووعد بانہ تنزل
علیہ بعد ذلک التوراۃ وھذا الاحتمال انما
ھو المتائید بالاخبار (البحث الرابع) قولہ
ھھنا واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ یفید
ان المواعدۃ کانت من اول الامر علی الاربعین وقولہ فی الاعراف وواعدنا
موسیٰ ثلاثین لیلۃ واتممناھا بعشر
یفید ان المواعدۃ کانت فی اول الامر علی
الثلاثین فکیف التوفیق بینھما اجاب
الحسن البصری فقال لیس المراد ان وعدہ
کان ثلاثین لیلۃ ثم بعد ذلک وعدہ
بعشر لکنہ وعدہ اربعین لیلۃ جمیعا وھو
کقولہ ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم
تلک عشرۃ کاملۃ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۵۲۱)

ذیقعدہ کی۔ اور دس رات ذالحج کی کیونکہ موسیٰ
کو اس تعین کا علم تہا۔ اور اس وعدہ دینے کے
دو احتمال ہین ایک یہہ کہ ان چالیس سے پہلے یہہ
وعدہ دیا گیا ہو کہ حضرت موسیٰ چالیس رات پہاڑ
پر آئین گے تو توریت ملیگی۔
دوسرا احتمال یہہ کہ پہلے چالیس رات پہاڑ
پر آنیکا حکم ہوا ہو۔ اور اسکے بعد یہہ وعدہ توریت
ملنے کا ہوا۔ اس احتمال دوم کی تائید حدیث
سے ہوتی ہے۔ اس قول خداوندی سے کہ ہمنے
موسیٰ کو چالیس رات کا وعدہ دیا ثابت ہوتا ہے
کہ پہلے ہی سے چالیس رات کا وعدہ ہوا تہا۔ اور
دوسرے قول سے جو سورہ اعراف مین ہے۔
کہ "ہمنے موسیٰ کو تیس رات کا وعدہ دیا۔ اور اسکو
دس رات سے پورا کیا" مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے
تیس کا وعدہ ہوا تہا۔ ان دونون قول مین
موافقت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اسکا جواب
(امام مشہور تابعی) حسن بصری نے یہہ دیا
ہے کہ اس قول دوم سے یہہ مراد نہین کہ پہلے
وعدہ تیس رات کا دیا تہا۔ پہر دس رات کا
دوسرا وعدہ ہوا۔ بلکہ وہ وعدہ پہلے ہی سے اکہٹی
چالیس رات کا تہا۔ اسکو تیس اور دس رات

کے وعدہ سے تعبیر کرنا ایسا ہے جیسا خدا تعالے کے اس قول مین کہ تمتع تین روز ایام حج مین روزہ رکھے۔ اور سات جب حج کرکے پھرے یہہ دس پورے ہوئے" پہلے تین کو پھر سات کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر امام رازی نے جلد چہارم تفسیر کے ص۱۴۱ مین کہا ہے۔ کہ سورہ بقرہ مین چالیس رات کا وعدہ بیان ہوا ہے۔ اور اسمقام (سورۃ اعراف) مین ان چالیس رات کی تیس اور دس رات سے تفصیل ہوئی ہے۔ اسکی حکمت وفایدہ کیا ہے؟

واعلم انه تعالى قال في سورة البقرة واذ واعدنا موسى اربعين ليلة وذكر تفصيل تلك الاربعين في هذه الاية فان قيل وما الحكمة ههنا في ذكر الثلاثين ثم اتمامها بعشر وايضا فقوله فتم ميقات ربه اربعين ليلة كلام عار عن الفايدة لان كل احد يعلم ان الثلاثين مع العشر هي اربعين قلنا اما الجواب عن السوال الاول فهو من وجوه (الاول) انه تعالى امر موسى عليه السلام بصوم ثلاثين يوما وهو شهر ذي القعدة فلما اتم الثلاثين انكر خلوف فيه فاستاك فقالت الملائكة كنا نشم من فيك رائحة المسك فافسدته بالسواك فاوحى الله اليه اما علمت ان خلوف فم الصائم اطيب عندي من ريح المسك فامره الله تعالى ان يزيد عليها عشرة ايام من ذي الحجة فهذا السبب (والوجه الثاني) في

اسکا جواب کئی (چار) وجوہ سے ہے وجہ اول یہہ کہ حضرت موسیٰؑ کو مہینے ذیقعدہ کی تیس روزون کا حکم ہوا تہا۔ جب انہون نے تیس روزہ پورے کئے۔ تو اپنے منہہ مین بری بو پاکر مسواک کر لی تب سپرفرشتون نے کہا کہ ہم کو آپ کی منہہ سے خوشبو آتی ہتی۔ آپ نے مسواک کرکے اسکو کیون دور کیا۔ اسپر خدا تعالے نے حکم دیا۔ کہ دس روزہ اور رکہین۔

وجہ دوم یہہ کہ اللہ تعالے نے اون کو تیس دن روزہ رکہنے۔ اور انمین قربت الہی کے کام کرنے کا حکم دیا تہا۔ ان تیس دن کے بعد باقی دس دن مین توریت ملنے کا وعدہ تہا اسی فایدہ کے لئے تیس اور دس کی تفصیل ہوئی۔ ان دو وجہون کے بعد امام رازی نے دو وجہین اس

فائدۃ ھذا التفصیل ان اللہ امرہ ان یصوم ثلاثین یوما او ان یفعل فیھا ما یقربہ الی اللہ تعالیٰ ثم انزل التورات فی العشر البواقی وکلم ایضا فیھذا ھو الفائدۃ فی تفصیل الاربعین الی الثلاثین والی العشرۃ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۷۱)

تفصیل کی اور بیان کی ہین۔ اور پھر اس سوال کا جواب دیا ہے۔ کہ اس تفصیل کے بعد چالیس رات کا ذکر پھر کیون کہا۔ ہمنے اس بیان کو حوف تطویل سے چھوڑ دیا ہے۔

ان دو وجہون کا (جو بیان ہوئی ہین) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تیس دن کے روزہ کے حکم سے مقصود قربت وعبادت تہا۔ اور دس دن کے روزہ سے مقصود بوے دہن پیدا کرنا۔ جسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کرکے کہو دیا تہا۔ اور اگر حضرت مسواک نکرتے اور اس بوے دہن کو نہ کہوتے تو صرف تیس ہی روزہ پر۔ مگر انقضاء مدت وعدہ چالیس روز کے بعد کتاب پاتے اور ہمکلام ہوتے۔ اس مقصود کی نظر سے تیس دن کا روزہ اور ستم کا ہوا۔ دس دن کا اور ستم کا۔ اسلئے ان دونون کو جدا جدا بیان کیا۔ جیسے متمع کا صیام عشرہ کو اختلاف محل کے سبب جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

اپنی اس دلیل پر جو کادیانی نے حاشیہ مین بضمن نوٹ اول سوال کرکے اس کا جواب دیا ہے۔ اور اسمین کہا ہے کہ وعدۂ الٰہی سے جسکا تخلف جائز نہین وہ امر مراد ہے۔ جو خدا کے ارادہ قدیمہ مین وعدہ کے نام سے موسوم ہو چکا ہو۔ نہ وہ جسکو انسان نے وعدہ سمجھ لیا ہو یعنی اسکا خلاف ہو تو کچھ مضایقہ نہین ہے۔ اس سے کادیانی نے یہہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالےٰ کہتا کچھہ ہے اور ارادہ کچھہ اور کرتا ہے۔ لہذا اسکا ظاہری قول اور وعدہ اپنے ظاہری معنے سے لائق وثوق واعتماد نہین ہے۔ جبتک کہ اسکے باطنی معنے اور دلی ارادہ پر اطلاع نہ ہو۔ اس بیان واظہار مین کادیانی نے خدا تعالےٰ وتقدس کو ان منافق ودورخے انسانون کی مانند قرار دیا ہے۔ جو کہتے تو ہین کچھہ اور دل مین کچھہ اور رکہتے ہین۔ اور اس وجہ سے یکرنگ اور ظاہر باطن کے یکسان لوگ ان کی باتون کا اعتبار نہین کرتے۔ کیونکہ وہ ان کے دلی ارادہ پر مطلع نہین

ہو سکتے۔ اور یہہ نہین سمجھہ سکتے کہ جو بات مُنہہ سے کہتے ہین وہ ان کے دلی ارادہ کے موافق ہے۔ یا اس سے مخالف۔ اور اس وجہ سے وہ انکو منافق سمجھتے ہین۔ اور انکی باتون کا اعتبار نہین کرتے۔ اور جبکہ انسان کا ارادہ دلی دوسرے انسان کو معلوم نہین ہو سکتا اور اس وجہ سے دلی ارادہ کے برخلاف بات کہنے والون کی باتون پر یقین نہین کیا جاتا۔ اور اسکو اظہار خلاف باطن کے سبب منافق و بے اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر اگر کادیانی کے نزدیک خدا کی باتین بھی اسی قسم سے ہین کہ ان کا ظاہر کچھہ ہے اور باطن موافق ارادہ قدیمہ کچھہ اور تو اس سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ کادیانی کے نزدیک خدا کی کسی بات اور وعدہ پر جسکے ساتھ اس نے اپنے دلی ارادہ کا اظہار نہین کیا۔ وثوق و اعتبار نہین ہے کیونکہ خدا تعالے کے ارادہ پر جب تک وہ ظاہر نکرے کسیکو اطلاع ممکن نہین۔ اور اس وجہ سے اسکے ہر ایک وعدہ مین جسکے ساتھ دلی ارادہ کا اظہار نہو یہ شبہہ رہتا ہے کہ خدا جانے یہ وعدہ ارادہ قدیمہ الٰہیہ کے موافق ہے یا ارادہ الٰہی اسکے مخالف ہے۔ اور یہہ وعدہ صرف لفظی اور زبانی جمع خرچ ہے۔ اور یہہ شبہہ دین و ایمان و عمل حسنات و ترک سیئات کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینک دینے والا ہے۔ جب انسان کو خدا کے وعدہ پر اعتماد و وثوق نہوگا۔ اور اس وعدہ کے بموجب خدا سے نیک عمل کے جزا کی اُمید اور عمل بد کی سزا کے خوف کا اسکو یقین نہوگا تو وہ خدا تعالے پر ایمان کب لائیگا۔ اور تکلیف اوٹھا کر عمل نیک کیون کریگا۔ اور دنیاوی و دم نقد لذت و نفع کو چھوڑ کر عمل بد سے کیون بچیگا۔

واہ کادیانی صاحب! اپنے خدا تعالے کے وعدہ اور اسکے ایفا کی حقیقت خوب بیان کی جس سے دین ایمان کی بیخکنی ہوتی ہے۔ کیا یہی دقائق و حقائق ہین جنکی نظر سے آپ مجدد کہلاتے ہین اور دین اسلام کی تجدید و اصلاح کرنے آئے ہین۔ اگر آپکے ایسے دقائق و حقائق مسلمان مان لین گے تو آپ اسلام و مسلمانون کا کام کر دینگے ؎

گر ہمین مکتب ست و ایین مُلا کارِ طفلان تمام خواہد کرد

مگر آپ خاطر جمع رکھین اور مطمئن رہین۔ مسلمان آپکے ایسے حقائق و دقائق کو کفر جانتے ہین۔ اور اچھی طرح جان چکے ہین کہ آپ ایسے حقائق کے بیان سے مسلمانون کو اپنے جیسا زندیق بنانا چاہتے ہین۔

لہذا وہ آپکے دام مین نہین آتے۔ اور آپکو یہہ کہکر ؎ بہر رنگے کہ می آئی شناسم +
خوب پہچانتے ہین۔ ہان جو احمق لوگ آپکے دام پھنس گئے ہین وہ ان دقائق کو مانین گے مگر وہ پہلے ہی
اسلام سے خارج ہو چکے ہین۔ ان کا ان دقائق کو مان لینا کوئی افسوس اور تعجب کا محل نہین ہے۔
اس دلیری پر کادیانی کی اس بہادری کو دیکھو کہ وہ اپنی ان کفریات مین اکابر صوفیون
کو بھی شریک کرتا ہے اور یہہ جتاتا ہے کہ جو باتین مینے کہی ہین یہی باتین بعینہا شیخ عبدالحق دہلوی
وشاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے کہی ہین۔

اے حضرات ناظرین! کادیانی اس دعوی مین جھوٹا ہے جو کچھہ ان حضرات نے
کہا ہے اسکا مطلب اور ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کی کلام کا مطلب ص۳۶ مین بیان ہو چکا
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کادیانی نے ان حضرات کی اصل عبارات کو نقل نہین کیا۔ وہ اس دعوی مین سچا
ہوتا۔ تو بڑی طمطراق سے انکی عبارات نقل کرتا۔ اور اس سے اپنی تائید نکالتا۔

اخیر مین جو کادیانی اپنے پہلے دعوے کی دلیل کشتی والی آیت کو بتایا ہے اسکا تفصیلی
جواب ہمارے پہلے اعتراض وسوال کے ضمن مین ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اسکی تفصیل کی حاجت نہین ہے
اس کا اجمال یہہ ہے کہ کشتی والون پر جو طوفان آتا تھا اور وہ تضرع اور توبہ سے ٹلایا جاتا تھا۔ وہ موعود نہوتا
تھا۔ کسی آیت مین یہہ نہین آیا کہ اس طوفان سے پہلے اسکا وعدہ آجاتا تھا۔ کادیانی نے اس آیت کے استدلال
مین لوگون کو دہوکا دیا ہے۔ اور خدا تعالے پر افترا کیا ہے۔ یہہ عام قطعی موعود عذابون کے ٹل جانے کا
کادیانی کیطرف سے ثبوت اور اسکا جواب ہے۔ اب خاص حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی موعود عذاب ٹلجانے
پر کادیانی کا ثبوت دیکھو اور اسکا جواب سنو۔ حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے اور پھر
توبہ سے ٹلجانے کے ثبوت مین کادیانی نے کوئی آیت۔ کوئی حدیث کوئی قول صحابی۔ کوئی
قول تابعی۔ کوئی عبارت کسی تفسیر کی ایسی پیش نہین کی جسمین یہہ تصریح ہو کہ وہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی تھا
شرطی نہ تھا۔ اور پھر اسکی دلاوری اور شیر بہادری کو دیکھو کہ بہت سی تفسیرون کا حوالہ دیدیا اور
کئی صحابی وتابعیون کا نام لیکر انکے ذمہ لگا دیا۔ کہ وہ عذاب بلا شرط تھا اور دو عبارتین تفسیر کبیر سے نقل کرکے

ان کا مطلب بھی یہی بتایا۔ کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اور دو حدیثین بھی جو صرف حضرت ابن عباس کے قول
مین نقل کرکے اسکا مطلب بھی یہی بتایا۔ کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اخیر مین بیبل مین سے یونہ (یعنے یونس)
نبی کی کتاب کچھہ عبارت نقل کی۔ اور اسکا مطلب بھی یہی بتایا کہ عذاب کا وعدہ قطعی تھا۔

اس تمام بیان مین جھوٹ بولا ہے۔ اور جس **قول کا حوالہ** دیا۔ یا جو عبارت نقل کی اسمین مسلمانونکو
دھوکا دیا ہے اسکے تمسکات سے ایک عبارت یا ایک قول یا ایک حدیث سے بھی ثابت نہین ہوتا
کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اور بشرط ایمان اسکا ٹل جانا حضرت یونسؑ کو نہ کہا گیا یا انہون نے نہ سمجھا تھا۔

اب ناظرین اسکے ہر ایک تمسک بہ قول و عبارت کو سُنین۔ اور پھر ہمارے جوابات اور
تشریحات کو دیکھین۔ اُمید ہے وہ ان جوابات تشریحات کو پڑھکر کادیانی کی جُرات پر تعجب کرینگے
اور بے ساختہ کادیانی کے حق مین کہین گے ؎ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد +

اولاً اپنی تین تفسیرون فتح البیان۔ ابن کثیر معالم کا صرف حوالہ (بلا نقل عبارت) دیکر
لکھا ہے کہ ان تفاسیر کو پڑھو۔ پھر کہا اور تفسیر کبیر صـ ۱۹۸ سے (جلد کا حوالہ آپ بھول گئے۔ سچ ہے
درد نگور را حافظہ نباشد۔ ہم کہتے ہین پہلی جلد ششم ہے) غور سے پڑھو۔ تا معلوم ہو کہ ابتلا کی وجہ
کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونسؑ قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے اگر کوئی شرط منجانب ہوتی تو
یہہ ابتلا کیون آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے انہم لما لم یؤمنوا اوعدھم بالعذاب
فلما کشف العذاب عنہم بعد ما توعدھم خرج معاضبًا۔ پھر اسکا ترجمہ کرکے **ثانیاً** آپ
فرماتے ہین۔ اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اسکے سمجھنے مین نادان شیخ نے
(خاکسار کو فرماتے ہین) دھوکا کھایا۔ اور یہہ نہین سوچا کہ اسکے آگے صـ ۱۹۸ مین وہ عبارت
لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب موت کی پیشگوئی بلا شرط کی تھی۔ پھر **ثالثاً** فرمایا۔
اور یہی آخری قول مفسرین اور ابن مسعودؓ اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے۔ پھر
آپ ہی آپ کو کھٹکا رہا کہ اس عبارت سے اور ان ناموں سے تو کوئی نہ سمجھیگا کہ وعدہ عذاب
قطعی تھا۔ یہی سمجھا جائیگا کہ یہہ قطعی ہونا ہمنے حضرت یونسؑ کے ابتلا سے نکالا ہے اور ممکن ہے کہ

ابتلا کی وجہ کوئی ایسی اور پیدا ہو جائی جس سے وعدۂ عذاب شرطی بہی رہے اور حضرت یونسؑ کا ابتلا بہی صحیح ہو جائے چنانچہ اشاعۃ السنۃ مین اسوجہ کا بیان ہوگا۔ تو پہر آپنے اس آیت ثلثین لیلۃ سے جا ہاتھ مارا۔ اور رابعًا یہہ فرمایا۔ پہر ہم یہہ کہتے ہین کہ جس حالتمین وعدہ کی تاریخ ٹلجانا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہی جیسا کہ آیت وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ اسکی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخین جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہین جسکا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ و استغفار۔ اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہی پس ان تاریخون کا ٹلنا بوجہ اولی ثابت ہوا۔

پہر آپکو تفسیر کبیر کی ایک عبارت کا خیال آیا مثل مشہور ہے ڈوبتے کو تنگے کا آسرا یا سہارا۔ تو آپنے خامسًا فرمایا۔ اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ مین (یہان بہی اب بحکم "دروغ گو را حافظہ نباشد" یا دہشت اور حیرت کے مارے جلد کا حوالہ دینا بہول گئے۔ یہ بہی ہم بتاتے ہین۔ عبارت تفسیر کبیر کی جلد ہفتم مین ہے) لکہتے ہین۔ ان ذنبہ یعنی ذنب یونس کان لان اللہ تعالی وعدہ انزال الاہلاک لقولہ الذین کذبوہ فظن انہ نازل لا محالۃ فلاجل ہذا الظن لم یصبر علی دعائہم فکان الواجب علیہ ان یستمر علی الدعاء لجواز ان لا یہلکہم بالعذاب ۵ پہر اس عبارت کا ترجمہ کرکے آپ فرط جاہلیت کی حمیت وخوشی مین آکر سادسًا فرماتے ہین۔ اب بولو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونسؑ نبی وعدہ ہلاک کو قطعی سمجہا تہا۔ اور یہی اسکے ابتلا کا موجب ہوا۔ کہ تاریخ ٹل گئی۔ اور اگر سپر اکتفا نہ ہو تو دیکہو امام سیوطیؒ کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیا۔ قال اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومہ اوحی اللہ الیہ ان العذاب یصبحہم × فلما راوہ جاروا الی اللہ وبکی النساء الصبیان والوالدان ورغت الابل وفصلانہا وخارت البقر و عجاجیلہا۔ وثغت[عہ] الغنم وسخالہا فرحمہم اللہ۔ وصرف ذلک العذاب عنہم وغضب یونس وقال کذبت[لہ] فہو قولہ اذ ذہب مغاضبًا پہر اس حدیث کا ترجمہ کرکے اس مضمون

عہ ثغت کو کادیانی نے لغت لام سے لکہا ہے یہ اسکے ادنی علم کا نتیجہ ہے۔

لہ ایسا ہی کادیانی کے اشتہار چار ہزار مین کذبت بصیغہ مجہول مجرد لکہا گیا۔ اور درحقیقت یہ کذبت بصیغہ معروف مجرد ہے۔ (دیکہو صفحہ ۹۶ رسالہ ہذا)

کی ایک اور حدیث اسی کتاب سے اسی صحابی ابن عباس سے نقل کرتے ہین جسمین یہہ بیان ہے کہ حضرت یونسؑ کو اون کے ایمان لے آنے اور اس سبب سے عذاب ٹلجانے کی خبر ہوئی تو وہ بولے کہ اب مین جھوٹا کہلاکر اُن کی طرف نہ جاؤن گا

اسکے بعد آپ اسی جاہلیت کی حمیت مین آکر سابقاً فرماتے ہین۔ اب فرمائیے شیخ جی ابہی تسلّی ہوئی یا کچھہ کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کے نہوتی۔ اور حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائیگا تو وہ کیون کہتے کہ اب مین اس قوم کی طرف نہین جاؤن گا۔ کیونکہ مین ان کی نظر مین کذاب ٹھہر چکا ہون۔ جبکہ وہ سُن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئے پس اگر یہہ شرط بھی انکے وحی مین داخل ہوتی تو انکو خوش ہونا چاہئے تھا۔ کہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ نہ یہہ کہ وطن چھوڑکر ایک بھاری مصیبت مین اپنے تئین ڈالتے۔

پھر اس حدیث کے آخری فقرہ کے حاشیہ مین اپنے یونہ کی کتاب کی کسیقدر عبارت نقل کی اور نامنا فرمایا ہے۔ یونہ کی کتاب مین باب ۳ آیت ۴ مین لکھا ہے۔ اور یونہ شہر مین (اپنے نینوہ مین) داخل ہونے لگا۔ اور ایک دن کی راہ جاکے منادی کی اور کہا۔ چالیس اور دن ہونگے تب نینوہ برباد کیا جاویگا تب نینوہ کے باشندون نے خدا پر اعتقاد کیا۔ اور روزہ کی منادی کی۔ اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا۔ اور خدا نے انکے کامون کو دیکھا کہ وہ اپنے بُرے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اسنے کہی تھی کہ مین اُن سے کرون گا پچھتاکے باز آیا اور اس نے وہ بدی نہ کی۔ باب ۴ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا۔ اور چڑ رنجیدہ ہوگیا۔ اور اُس نے خدا کے آگے دعا مانگی کہ اب اے خدا! مین تیری منت کرتا ہون کہ میری جان مجھہ سے لے لے کیونکہ میرا جینا مرنے سے بہتر ہے۔ اور اسکے بعد اسی جاہلیت کی حمیت و خوشی مین آکر تاسعاً فرمایا ہے۔ اب اے شیخ جی ذرا آنکھین کھولکر دیکھو کہ یونسؑ نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہوگیا۔ کہ اس پیشگوئی مین کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہوکر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔ پھر عاشراً فرمایا ہے۔ شیخ جی۔ اب تو ہر ایک پہلو سے قابو مین آگئے۔ آپ عام

جلسہ مین بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ مین اسبات کی قسم کہاؤن گا۔ کہ موت کا عذاب نہین ٹلتا۔ اب قسم کہاوین تا خدا جہوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کہانیکا عہد کرکے پہر توڑ دیا جاوے۔ اور اگر آپنے قسم نہ کہائی تو یہی سمجہا جائیگا کہ صرف دو سو روپیہ کے طمع نے آپ مین یہ جوش پیدا کر دیا تہا۔ اور پہر قسم کہانے کی کوئی راہ نہ دیکہی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا۔ اور بجائے اسکے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہگئی۔ مگر کیا تعجب ہے کہ پہر بہی قسم کہالو۔ کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتون کی بہی کچہہ پرواہ نہین رکہتا۔ اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو سوچ نہین سکتا۔"

یہہ اس زمانہ کے مسیح کا رفق اور اخلاق کا بہرا ہوا آخری کلام ہے۔ جو اس خاکسار کے مقابلہ مین فرمایا گیا ہے۔ اب ناظرین اسکے فقرہ فقرہ کی تشریح و جواب سنین اور داد انصاف دین۔

پس پہلے ایک اجمالی جواب اسکے جملہ متمسکات کا سنین۔ پہر فقرہ فقرہ کی تفصیل و تشریح سے۔

اجمالی جواب

کادیانی نے اپنے جملہ متمسکات مذکورہ کا یہہ مطلب سمجہا اور جتایا ہے۔ "کہ حضرت یونسؑ اہل نینوی کیطرف رسول ہو کر گئے۔ اور اس قوم نے نہ مانا۔ تو خدا نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کیا۔ حضرت یونسؑ اُس قوم سے نکلگئے۔ اور عذاب کے منتظر رہے۔ پہر جب قوم کے ایمان لانے سے وہ عذاب اوٹھایا گیا تو حضرت یونسؑ خدا تعالی پر خفا ہو گئے۔ اور بولے کہ خدا تعالے نے مجہے قطعی عذاب دیکر انکے ایمان لانے سے عذاب کو اُٹہا لیا۔ اسمین اُسنے اپنے وعدہ کا خلاف کیا اور مجہہ سے جہوٹ بولا اور مجہی قوم سے شرمندہ کرایا۔ اور جہوٹا کہلایا۔ اب مین کس موہنہ سے قوم کے پاس جاؤن۔ اس سے تو میرا مرجانا بہتر ہے۔ اور اسی خیال سے وہ بہاگے۔ یہانتک کہ دریا مین کود کر مچہلی کے پیٹ مین گئے۔ پہر وہان لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ کہکر اپنے اس قصور کا اقرار کرکے اس سے توبہ کی تو اس سے نجات پائی۔ اور اگر خدا تعالے ان کو پہلے سے خبر دیتا کہ یہہ عذاب شرطی ہے۔ قوم ایمان نہ لائیگی

تب نازل ہوگا۔ ورنہ اُٹھایا جائیگا تو وہ کیون اس ابتلا مین پڑتے۔ کیون خدا سے خفا ہوتے؟ کیون بھاگتے۔؟ کیون مچھلی کے پیٹ مین جاتے؟ بلکہ وہ قوم کے ایمان لانے اور اس وجہ سے عذاب اوٹھائے جانے سے خوش ہوتے۔ اور کہتے کہ میرا مشن اور سخن پورا ہوا۔ مشن (یعنے جسکام کے لئے مین پیغمبر اور پیغمبر بناکر بھیجا گیا تہا وہ کام) یون پورا ہوا کہ لوگ ایمان لائے۔ اور سخن یون پورا ہوا کہ عذاب جو بشرط عدم ایمان تہا ایمان لانے سے اٹہایا گیا۔ لوگ بھی بچگئے۔ مین بھی اس شرط کو موافق سچا نکلا۔ خدا مجھسے اور قوم سے راضی ہوا ہم خدا سے راضی ہوئے"۔

سوائے حضرات ناظرین باتمکین۔ اگر کادیانی کے متمسکات جن سے کادیانی نے یہہ مطلب نکالا ہے بلا مزاحمت و بلا معارضہ صحیح اور ثابت ہون۔ اور ان کا مطلب بھی یہی ہو جو کادیانی نے سمجھا ہے اور واقعی حضرت یونسؑ پر جو ابتلا آیا ہے وہ اسی سبب سے آیا ہے کہ خدا تعالے نے اُن سے قطعی وعدہ عذاب کرکے اسکا خلاف کیا۔ تو وہ خدا تعالے سے خفا ہوگئے۔ اور مچھلی کے پیٹ مین گئے۔ تو اسصورت مین بے شک و بلاریب کادیانی سچا۔ سچا۔ سچا۔ اور اسکے مخالف جھوٹے جھوٹے جھوٹے۔ اور اگر ہمنے خدا کی توفیق اور توقیف اسکے برخلاف (۱) اولاً۔ یہ بات ثابت کردی کہ کادیانی کے متمسکات بلا معارضہ صحیح نہین ہین بلکہ ان کے معارضہ و مقابلہ مین انہی کتابون مین جن سے کادیانی نے اپنے متمسکات نکالکر پیش کئے ہین یہہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ سے نکل جانا۔ اور مچھلی کے پیٹ مین تضرع و دعا کرنا پہلے واقعہ ہوچکا تہا۔ اور اہل نینوے کی طرف سے رسول پھر جانا۔ اور اس قوم کا ایمان لانے کے سبب عذاب سے بچ جانا اسکے بعد ہوا ہے۔ اور (۲) ثانیاً یہ بات ثابت کردی کہ جن روایات سے کادیانی نے تمسک کیا ہے ان روایات سے بھی باوجود انکے ناقابل اعتبار ہونے کے یہہ مطلب ثابت نہین ہوتا جو کادیانی نے سمجھا ہے۔ بلکہ انہی کتابون کی دوسری عبارات و نقول کی شہادت سے ان روایات سے بھی اسکے برخلاف یہہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نہ حضرت یونسؑ سے خدا تعالے نے وعدہ عذاب قطعی کیا۔ اور نہ حضرت یونسؑ نے اس وعدہ کو قطعی سمجھا اور نہ اس عذاب کے اُٹہائے جانے سے انکو خدا تعالے پر غصہ آیا۔ اور نہ اس غصہ کے سبب سے اُن پر عتاب ہوا

اور نہ اس جرم کا انہون نے آیت مذکورہ بالا مین اعتراف کرکے اس سے توبہ کی بلکہ جو کچھہ ہوا وہ اور ہی امر تہا۔ تو پہر آپ صاحبان! اے ناظرین یقین کرین! اور داد انصاف دیکر صاف کہین کہ کادیانی کے برابر دنیا مین کوئی جہوٹا اور کوئی دہوکا دینے والا اور اپنے دام افتادہ احمقون کی آنکہہ مین خاک دہول ڈالکر دن کو رات بنانیوالا کوئی دوسرا نہین۔ اور اس سے جو سختی مسلمانون کی طرف سے ہو رہی ہے وہ اسی کے لائق ہے۔ ناظرین توجہ کرین گے تو اس امر کا ایسا یقین کرین گے جیسا ایک اور ایک دو ہونیکا یقین کرتے ہین۔ اور وہ داد ضرور دینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ +

پہلی بات کا ثبوت

قرآن مجید مین اس مضمون نص کی صریح موجود ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کرکے نکل جانا۔ اور مچہلی کے پیٹ مین مبتلا ہونا اور پہر مناجات کرنا پہلے ہوا ہے۔ اور رسول ہوکر جانا اسکے بعد۔ ایسا ہی بیبل کی کتاب یونہ مین جسکو کادیانی پاک نوشتہ لکہتا ہے۔ اور اس سے انکار کرنے کو دہریہ پن کی رگ بتاتا ہے۔ بیان ہوا ہے۔

قرآن کی سورۂ انبیا مین ہے۔ اور جب یونس (قوم سے) غصہ ہوکر چلے گئے اور انہون نے یہ خیال کیا کہ (اس چلے جانے کے سبب) ہم انپر تنگی اور خفگی کا حکم نکرین گے۔ پہر انہون نے اندہیرون مین (دریا اور مچہلی کے پیٹ کے) پکارا کہ اے خداوند تیرے سوا کوئی معبود نہین۔ مین (اس بہاگنے اور قوم پر غصہ کرنے کے سبب) ظالم ہون۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کی۔ اور اس غم سے انکو نجات دی۔ ہم ایسی ہی مومنون کو نجات دیتے ہین۔

وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه فنادى فى الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين ۝ فاستجبنا له ونجيناه من الغم وكذلك ننجى المؤمنين (انبیاء ۶۶)

اور سورہ صافات مین ہے۔ اور جب یونسؑ بہری ہوئی کشتی کیطرف بہاگے پہر قرعہ ڈالا۔ تو مغلوب ہوئے۔ پہر ان کو مچہلی نے نگل لیا جبکہ وہ اپنے تئین ملامت کرنیوالے تہے وہ اسمین تسبیح نہ کہتے

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ۝ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۝ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۝ (والصّٰفّٰت)

تو قیامت کے دن تک اوسمین رہتے۔ پھر ہمنے اون کو میدان مین ڈالا۔ ایسی حالت مین کہ وہ مچھلی کے پیٹ مین رہکر ضعیف (یا بیمار) ہوگئی تہے۔ اور اوپر کدو کا درخت اوگایا۔ اور ایک لاکھ بلکہ (دیکھنے والے کی نظر و شمار مین) ایک لاکھ سے بہی زیادہ آدمی کیطرف رسول کرکے بہیجا۔ پس وہ ایمان لائے۔ تو ہمنے اون کو ایک وقت تک دنیا سے نفع پہنچایا۔ یہ آیات نص قطعی ہین۔ کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کرنا اور مچھلی کے پیٹ مین جانا پہلے ہوا۔ اور رسول ہوکر قوم کی طرف جانا پیچھے۔

تفسیر کبیر مین جس سے کادیانی کی پہلی عبارت متمسک منقول ہے کہا ہے کہ مفسرین کا اسمین اختلاف ہے۔ کہ یہہ قصہ حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ مین جانیکا اہل نینوی کے پاس رسول ہوکر جانے

اختلفوا فی وقوعه علیه السلام فی بطن السمکة کان قبل اشتغاله باداء رسالة الله تعالی او بعده (اما القول الاول) فقال ابن عباس رضی الله عنه کان یونس علیه السلام وقومه لیسکنون فلسطین فغزاهم ملك وسبی منهم لستة اسباط ونصفا وبقی سبطان ونصف فاوحی الله تعالی الی شعیب النبی علیه السلام ان اذهب الی حزقیا الملك وقل لسحق یوجه نبیا قویا امینا فانی القی فی قلوب اولئك الذین ارسلوا

سے پہلے ہوا۔ یا اسکے بعد اسمین پہلا قول یہہ ہے جو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ یونسؑ اور اسکی قوم فلسطین مین رہتے۔ جنپر ایک بادشاہ نے چڑہائی کی تو ان مین سے نو قبیلے سالم اور ایک کے نصف کو قیدی بنالیا۔ صرف دو قبیلے اور ایک کا نصف باقی رہگئے۔ تو خدا تعالےٰ نے حضرت شعیبؑ نبی کو حکم دیا کہ تو حزقیا بادشاہ کے پاس جاکر کہہ کہ وہ کسی امانت دار اور قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے پاس بہیجے اور ان لوگون کو اس سے چہوڑا لاوے۔ حزقیا نے حضرت شعیب کو کہا کہ

معہ بنی اسرائیل فقال لہ الملک فمن تری
وکان فی مملکتہ خمسۃ من الانبیاء فقال
یونس بن متی فانہ قوی امین فدعا الملک
بیونس و امرہ ان یخرج فقال یونس ھل
امرک اللہ باخراجی قال لا قال فھل سمانی
لک قال لا قال فھھنا انبیاء غیری
فالحوا علیہ فخرج مغاضبا للملک ولقومہ
فاتی بحر الروم فوجد قوما ھیوا سفینۃ
فرکب معھم فلما تلجلجت السفینۃ تکفات بھم
وکادوا ان یغرقوا فقال الملاحون ھھنا
رجل عاص ✦ (تفسیر کبیر ص۱۸۷ جلد ۶)

آپ کسکو مناسب سمجھتے ہین انہون نے کہا کہ
مین یونسؑ نبی کو مناسب سمجھتا ہون۔ اور اس
وقت اس سلطنت مین پانچ نبی موجود تھے خرقیا
نے حضرت یونسؑ کو بلایا۔ اور حکم دیا۔ کہ وہ اس ظالم
کیطرف جائین۔ حضرت یونسؑ بولے کہ کیا خدا
تعالے نے مجھے جانیکا حکم دیا ہے۔ اور میرا نام
لیا ہے۔ انہون نے کہا کہ نہین تسپر حضرت یونسؑ
نے فرمایا کہ کیا یہان میرے سواے اور کوئی
نہین ہے۔ مگر بادشاہ نے انہی کے جانے پر اصرار
کیا۔ تو اس سے حضرت یونسؑ بادشاہ خرقیا اور قوم پر خفا
ہو کر چلے گئے۔ اور کشتی پر سوار ہوئے۔ اور
اس ابتلا مین پڑے۔ (پہر اسکو بہ تفصیل ذکر کیا جیسا کہ مشہور اور جملہ تفاسیر مین مذکور ہے۔
اسی واسطے ہمنے اس تفصیل کو چہوڑ دیا۔ اور پہر جب خدا تعالے نے انپر کرم کیا۔ اور آپ مچھلی
کے پیٹ سے نکلے تو اس ظالم بادشاہ کیطرف گئے۔ اور اس سے قیدی چہوڑ دینے کے خواستگار
ہوئے اُسنے نہ مانا تو خدا تعالے نے حضرت یونسؑ کیطرف اس امر کی وحی کی۔ کہ اگر وہ ایمان نہ لائینگے
تب انپر عذاب نازل ہوگا۔ پہر اس عذاب کے نزول کی وہ کیفیت جو ص۵۸ رسالہ مین تفسیر کبیر سے
نقل ہو چکی ہے۔ بیان کر کے کہا ہے کہ بنا بر اس قول ابن عباس کے حضرت یونسؑ کی رسالت مچھلی
کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد ہوئی۔ اور اس قول ابن عباسؓ کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو
سورۂ صافات مین فرمایا ہے۔ کہ پہر ہمنے یونسؑ کو (دریا سے) میدان پر ڈالا۔ اور انپر کدو کا درخت

فعلی ھذا القول کانت رسالۃ یونس علیہ السلام
بعد ما نبذہ الحوت ودلیل ھذا القول

اُگا دیا۔ اور انکو ایک لاکھ بلکہ (شمار کرنے سے
والی کے نزدیک) ایک لاکھ سے بہی زیادہ

قولہ تعالیٰ فی سورۃ الصّٰفّٰت فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۚ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۚ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ وفی ھذا القول روایۃ اخریٰ وھی ان جبرائیل علیہ السّلام قال لیونس علیہ السّلام انطلق الی اھل نینوی وانذرھم ان العذاب قد حضرھم فقال یونس علیہ السّلام التمس دابۃ فقال الامر اعجل من ذلک فغضب وانطلق الی السفینۃ وباقی الحکایۃ کما مرت الی ان التقمہ الحوت فانطلق الی ان وصل الی نینوی فالقاہ ھناک (تفسیر کبیر ص ۱۸۸ جلد ۶)

آدمیون کیطرف رسول کرکے بھیجا۔ اس قول مین ایک روایت یہہ بھی ہے کہ حضرت یونس کو نینوی کیطرف جانیکو کہا گیا تہا۔ اسمین اُن سے جلدی چاہی گئی۔ تو وہ غصہ ہوکر کشتی کیطرف بہاگے تو اُنپر یہہ ابتلا آیا۔

دوسرا قول یہہ ہے کہ مچھلی کا قصّہ حضرت یونسؑ کے اہل نینوی کو دعوت کرنے اور انکیطرف رسول ہوکر آنے کے بعد ہوا ہے۔ یہہ وہ قول ہے جسکو کاویانی نے تفسیر کبیر ص ۱۸۸ سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے قول کو دونون روایتون کے ساتھ معالم وغیرہ مین بھی نقل کیا ہے۔ اور اسکو آیت سورہ صافات سے موید بتایا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ قرآن کی صریح نصوص سے جنکے اقوال مفسرین بھی مصدق و موید ہین صاف ثابت ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کرنا اور ابتلا مین پڑنا پہلے ہوا۔ اور اہل نینوی سے عذاب ٹلجانا پیچھے ہوا۔

اب بیبل کی شہادت سُنو۔ بیبل مین یونہ (یعنے یونس) نبی کی کتاب مین صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت یونس پر مچھلی کے پیٹ مین جانیکا ابتلا پہلے ہوا اور اہل نینوی کیطرف ان کا جانا پیچھے ہوا۔ اس کتاب کے پہلے باب مین کہا ہے۔ اور خداوند کا کلام یونہ بن متی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ (۲) اُٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اور اسکے برخلاف منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے اوپر آئی۔ (۳) لیکن یونہ خدا کے حضور سے ترسیس کو بہاگنے کے لئے اُٹھا۔ اور وہ یافا مین اتر گیا۔ اور وہان ایک جہاز کو جو ترسیس کو جانے پر تہا۔ پایا۔ تب اسکا

کرایہ دیکر اسپر چڑھا تا کہ خدا کے حضور سے ترسیس کو اون کے ساتھ جائے۔ (۴) لیکن خداوند نے
سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی۔ اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی ایسی کہ گمان تھا۔
کہ جہاز تباہ ہو جائے۔ پھر آیت ۵ سے ۹ تک حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ مین جانے اور آخر
توبہ کرنیکا حال بیان کرکے کہا ہے۔ (۱۰) اور خداوند نے مچھلی کو کہا۔ اور اسنے یونہ کو خشکی پر
اگل دیا۔ پھر باب ۳ مین حضرت یونسؑ کا اہل نینوے کے پاس رسول ہو کر جانا بیان کیا۔ اور کہا اور
خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اور وہان
اسکی منادی کر پھر حضرت یونسؑ کا اہل نینوے کے پاس جانا۔ اور منادی کرنا۔ اور نینوی کے برباد
ہونیکی خبر دینا۔ اور پھر اون کے ایمان لانے سے انکا بچ جانا بیان کرکے باب ۴ مین کہا ہے پھر
یونہ اس سے نہایت ناخوش ہوا۔ (۱) اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔ اور اس نے خدا سے دعا مانگی۔ اور کہا کہ اے
خداوند! مین تجھسے عرض کرتا ہون۔ کیا یہہ میرا مقولہ نہ تھا۔ جب وقت مین ہنوز اپنے وطن مین تھا۔
اسلئے مین آگے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ مین جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے۔ جو غصہ کرنیمین دھیما ہے
اور نہایت مہربان ہے اور پچھتاتا ہے آپکو بدی سے۔ (۳) اب اے خداوند مین تیری
منت کرتا ہون کہ میری جان مجھ سے لے لے۔ کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ (۴) تب
خدا نے فرمایا تو شدت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ (۵) اور یونہ شہر سے باہر جا کے شہر کی پورب طرف بیٹھا۔
اور وہان اپنے لئے ایک چھپر بنایا۔ اور اسکے نیچے چھانو مین بیٹھا رہا۔ کہ دیکھے اس شہر کا کیا حال ہوتا ہے
۶۔ تب خداوند نے ریندی کا درخت اگایا۔ اور اسے یونہ کے اوپر دوڑایا تا کہ وہ اسکے سر پر سایہ کرے۔
اور اسے تکلیف سے چھڑا دے۔ اور یونہ اس ریندی کے پیڑ کے سبب نہایت خوش ہوا۔ ۷۔ دوسرے
دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑے کو تیار کیا۔ اور اسنے اس ریندی کے درخت کو کاٹا۔ ایسا کہ
وہ سوکھ گیا۔ اور جب آفتاب چڑھا۔ تب ایسا ہوا۔ کہ خدا نے پورب کیطرف سے لو چلائی۔ اور آفتاب کی
گرمی سے یونہ کے سر مین اثر کیا۔ وہ غش مین آگیا۔ اور اپنی جان کے لئے موت چاہی۔ اور کہا اس سے میرے
جینے سے میرا مرنا بہتر ہے۔ ۹۔ اور خداوند نے یونہ کو کہا کہ تو اس ریندی کے درخت کے سبب شدت

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

سے رنجیدہ ہے۔ اسنے کہا کہ ہان مین یہانتک رنجیدہ ہون کہ مرنا چاہتا ہون۔ ۱۰۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جسکے لئے تونے نہ محنت کی۔ اور نہ تونے اسے اگایا جو ایک ہی رات مین اُگا۔ اور ایک ہی رات مین سوکھ گیا۔ ۱۱۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ مین اتنے بڑے شہر نینوہ پر جسمین ایک لاکھ بیس ہزار آدمیون سے زیادہ ہین۔ جو اپنے دہنے بائین ہاتھ مین امتیاز نہین کر سکتے۔ اور موشی بھی بہت مین شفقت نکرون"۔

اس کتاب سے بھی صاف ثابت ہوا کہ ابتلا حضرت یونسؑ کا پہلے ہوا۔ اور انکی قوم سے عذاب کا رفع ہونا اسکے بعد ہوا۔ ہان اسپر حضرت یونسؑ کا رنجیدہ ہونا۔ اسمین بیان ہوا ہے۔ مگر اس رنجیدگی پر حضرت یونسؑ کا وہ ابتلا و عتاب جسکا کادیانی کو دعوے ہے بیان نہین ہوا۔ اور اس رنجیدگی سے جو کادیانی نے وعدۂ عذاب کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ اسکا ابطال دوسری بات کے ثبوت مین عنقریب آئیگا۔ یہہ مقام اسکا محل نہین ہے۔ بالجملہ آیات قرآن اور اسکے موافق اقوال مفسرین اور بیبل سے یہہ امر صاف ثابت ہے کہ واقعہ ابتلا یونسؑ پہلے ہوا۔ اور حضرت یونسؑ کا اہل نینوی کیطرف رسول ہوکر جانا اور ان کو عذاب کی خبر دینا اور پھر اس عذاب کا رفع ہوجانا پیچھے ہوا۔

اس بیان سے ہماری پہلی بات ثابت ہوئی۔ اور یہہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ روایات جن سے کادیانی نے تمسک کیا ہے بلا معارضہ صحیح نہین۔ بلکہ ان کے مقابلہ و معارضہ مین آیات قرآن و بیبل و اقوال مفسرین ایسے موجود ہین جن سے وہ روایات غلط اور ناقابل اعتبار ثابت ہوتی ہین۔ اور کم سے کم یہہ کہ وہ مشکوک و مرجوح ہین۔ اور ان کے مخالف روایات راجح۔ کادیانی نے ان معارضات کی نقل و بیان کو ترک کرکے تفسیر کبیر سے صرف اپنے مطلب کی ایک روایت نقل کرکے اور باقی کتابون کا حوالہ دیکر مسلمانون کو یہہ جتایا ہے کہ ان کتابون مین بلا اختلاف یہی بیان ہوا ہے۔ کہ حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے ہلاکت اہل نینوی کا قطعی وعدہ ملنے اور پھر اس وعدہ کے ٹل جانے کے بعد۔ اور اسی سبب کے حضرت یونسؑ کے خدا پر خفا ہوجانے پر حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ مین مبتلا کئے گئے۔ اور ان کتابون مین اسکا خلاف مذکور نہین

ہوا۔ اور کتاب یونہ کے پہلے اور دوسرے باب کا بیان۔ (جس سے حضرت یونسؑ کا وعدہ عذاب سے پہلے مبتلا ہونا ثابت ہوتا ہے) ترک کرکے صرف تیسری اور چوتھے باب کی چند آیات کو (جنمین حضرت یونسؑ کا برگزیدہ ہونا بیان ہوا ہے) نقل کرکے یہہ جتایا ہے کہ یہہ برگزیدگی ہوئی۔ تو حضرت یونسؑ پر وہ بلا آئی۔ اور ان دونون قسم کی کتابون (تفاسیر و بیبل) کی نقل و حوالہ مین جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اور لوگون کو دہوکا دیا۔ اب دادِ انصاف ناظرین کے ہاتھ مین ہے۔

دوسری بات کا ثبوت

روایات متمسکہ کادیانی جیسی کیسی ہین۔ انکا مطلب وہ نہین جو کادیانی نے سمجھا ہے۔ بلکہ انکا مطلب بشہادت دوسری عبارات و روایات انہی کتابون کی (جن سے وہ روایات کادیانی نے نقل کی ہین) یہہ ہے کہ حضرت یونسؑ نے اہل نینوی یا قوم اس ظالم بادشاہ کو دعوت ایمان کی تو انہون نے نہ مانا۔ پس حضرت یونسؑ نے انکو ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہونیکی خبر دی۔ انہون نے جواب مین یہ کہا کہ ہم عذاب کے آثار و اسباب دیکھین گے تب ایمان لائینگے۔ ابھی سے ایمان نہین لائے تو حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالی کی اس سنت قدیمہ کی نظر سے کہ عذاب آجانیکے بعد کسی قوم کا ایمان قبول نہین ہوا۔ اور وہ عذاب اوٹھایا نہین گیا۔ انکے اس عذر و جواب کو قبول و پسند نہ کیا۔ اور ان کے اس عذر و قول سے اور خدا تعالے کی سنت قدیمہ کے حکم سے (نہ خدا تعالے کی خاص اس قوم کی نسبت قطعی عذاب کی خبر دینے سے) یہ گمان کیا اور سمجھہ لیا۔ کہ انپر عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور اسی خیال و گمان سے وہ اس قوم پر انکے اس عذر و جواب کے سبب خفا ہوکر اور ان کی دعوت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جب انہون نے دیکھہ لیا کہ عذاب آیا۔ اور پھر وہ ان کی توبہ و استغفار و ایمان لانے کے سبب اُٹھایا گیا۔ اور خدا تعالے نے اپنی اس سنت قدیمہ مین استثنا کو ملحق فرمایا ہے۔ اور قوم یونسؑ کو اور قومون مین مستثنے کرکے ان کا ایمان بعد معائنہ عذاب قبول کرلیا ہے۔ تو اس سے انکو قوم پر (نہ خدا تعالے پر) ملال پیدا ہوا۔ کہ کیون پہلے سے وہ

ایمان نہ لائے۔ اور میری خیال و مقال کے غلط ہونیکے موجب ہوئی۔ اور یہہ خیال کیا۔ کہ جو بات مین ان کو کہہ چکا تہا کہ آثار عذاب دیکہنے کے بعد کسیکا ایمان قبول نہین ہوتا۔ لہذا ضرور عذاب آئیگا۔ اسکا (نہ خدا تعالے کے وعدہ کا) خلاف ظہور مین آگیا ہے۔ اب مین اس قوم کی نظر مین جہوٹا قرار پاگیا ہون۔ وہ مجہے کہین گے کہ تم تو کہتے تہے کہ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان قبول نہین ہوا کرتا اور تم پر عذاب ضرور آئیگا۔ لو اب اسکا خلاف ہوا۔ اور ہمارا ایمان بعد مشاہدہ عذاب قبول کیا گیا۔ اور تمہارا کہنا جہوٹ نکلا۔ لہذا اب مین اس قوم کیطرف جہوٹا کہلا کر نہ جاؤن گا۔

کادیانی نے جو ان روایات سے اس مطلب کے (جو ہمنے بیان کیا ہے) برخلاف مطلب بیان کیا ہے۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ کادیانی ان روایات اور بیبل کے پانچ الفاظ یا فقرات کا مطلب غلط سمجہا ہے۔ یا صحیح مطلب سمجہکر دیدہ دانستہ اس سے اغماض کیا۔ اور لوگون کو دہوکا دینے کے لئے غلط مطلب بتایا ہے۔ وہ پانچ الفاظ و فقرات یہ ہین۔ **اول لفظ مغاضب** یا غضب (جو تفسیر کبیر اور تفسر منثور کی پہلی روایتون مین ہین) جنکے پہلے **کشف یا صرف العذاب** کے فقرات ہین۔ اور انکے معنے کادیانی یہہ سمجہا ہے کہ عذاب کہلایا پہیر آگیا ہو۔ تو اس امر کو دیکہکر حضرت یونس خدا تعالے پر خفا ہوکر نکل گئے۔

دوسرا لفظ لا محالہ فقرہ فظن انہ نازل لا محالہ مین جو تفسیر کبیر کی دوسری عبارت مین ہے۔ اور اسکے معنے کادیانی یہہ سمجہا ہے کہ خدا کے قطعی وعدہ سے اور اسکی کلام سے حضرت یونس نے یہ سمجہہ لیا۔ اور ظن کیا تہا۔ کہ عذاب ضرور واقعہ ہوگا۔ اور یہ وعدہ عذاب موت کا قطعی ہے۔

تیسرا اور چوتہا لفظ کذبت وکذابا جو درمنثور کی دونون عبارتون کے ان فقرات مین ہے۔ صرف ذلک العذاب وغضب یونس وقال کذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضبا وقال یونس عند ذلک لا ارجع الیهم کذابا جنکے معنے کادیانی یہ سمجہا ہے کہ عذاب پہیر آگیا تو حضرت یونس نے خدا پر غصہ ہوکر کہا کہ خدا نے قطعی وعدہ دیکر اپنے اس وعدہ کا خلاف کیا۔ اسمین خدا تعالے نے خود جہوٹ بولا۔ اور مجہے قوم سے جہوٹا اور شرمندہ کرایا۔ لہذا اب مین اس قوم مین نہ جاؤن گا۔

پانچوان لفظ رنجیدہ ہونے یا پچھتانے کا جو بیبل کے اس فقرہ مین ہے کہ "خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ مین کرون گا۔ پچھتا کے باز آیا۔ پھر یونہ اس سے ناخوش ہوا۔ اور نہایت رنجیدہ ہوا۔ مگر اے حضرت ناظرین! آپ کو ہمارے اجمالی جواب کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ ان پانچون الفاظ و فقرات کے معنے ایسے ہی ہو سکتے ہین جنسے نہ تو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب کرنا ثابت و معلوم ہو۔ اور نہ خدا کی طرف سے اور اسکے قول کے حوالہ سے حضرت یونسؑ کا قوم کو قطعی وعدۂ عذاب دینا مفہوم ہو۔ اور نہ حضرت یونسؑ کا خدا تعالے پر غصہ کر کے بھاگنا موہوم ہو۔ رہی تشریح و تفصیل ان کلمات و فقرات کی سو عنقریب تفصیلی جواب مین ہوگی۔ جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ان الفاظ و فقرات کے جو معنے کادیانی سمجھا ہے وہ غلط ہین۔ اور ان کے معنے وہی صحیح ہین۔ جو ہمنے بیان کئے ہین۔ ہمارے اس جواب اجمالی سے ناظرین کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ روایات و عبارات متمسک بہا۔ کادیانی کے ایسے معنی بھی ہو سکتے ہین جو کادیانی کے مطلب کے برخلاف ہین۔ یہ ہماری دوسری بات کافی بثبوت ہے اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ مین ہے۔

تفصیلی جواب

کادیانی کے متمسکات سے پہلے عبارت تفسیر کبیر اور پہلی عبارت تفسیر درمنثور کا جواب اور لفظ مغاضب اور غضب کی تشریح یہہ ہے کہ لفظ مغاضب حضرت یونسؑ کے حق مین قرآن مین وارد ہے۔ اور اسی کی تفسیر مین درمنثور کی پہلی عبارت مین غضب کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ پس جو معنے اس لفظ کے قرآن کی آیت مین تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر مین بیان کئے گئے ہین۔ وہی معنے تفسیر کبیر کے اس عبارت مین مراد ہونے چاہیئے۔ اور وہی معنے لفظ غضب کے درمنثور کی عبارت مین صاحب درمنثور نے اسکو تفسیر آیت بنا کر قرار دیئے ہین۔

تفسیر کبیر مین بجواب اعتراض ان لوگون کے جو اس لفظ مغاضب سے پیغمبرون کا گناہگار

ہونا نکالتے ہین) کہا ہے۔ آیت مین یہہ ذکر نہین ہے کہ حضرت یونس کس شخص پر خفا ہوئے لیکن ہم یقین رکھتے ہین کہ نبی کا خدا تعالے پر خفا ہونا جایز نہین ہے۔ کیونکہ یہہ جاہلون کا کام ہے اور ایسا جاہل مومن نہین ہوتا۔ چہ جائیکہ نبی ہو سکے اور جب غضب خدا کے حق مین جایز نہوا تو وجب ہوا کہ اس سے بجز خدا تعالے کسی اور شخص پر حضرت یونس کا غصہ کرنا مراد ہو تو احتمال ہے کہ وہ شخص اُنکی قوم ہو یا بادشاہ (حرقیا) ہو یا دونون فریق اور قوم سے مغاضب ہونیکے یہہ معنی ہین۔ کہ انہون نے قوم کو غصہ مین ڈالا۔ یعنے اُن سے جدا ہو کر ان کو ناراض کر دیا۔ اور جو معترض نے کہا ہے کہ قوم سے ناراض ہو کر چلے جانا یا ان کو ناراض کرنا بھی گناہ تہا۔ حضرت یونس نے اسکا ارتکاب کیون کیا۔ تو اسکا جواب یہہ ہے کہ اس امر کا گناہ ہونا مسلم نہین۔ خدا تعالے نے ان کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا تہا۔ نہ یہہ کہ وہ انہین بیٹھے رہین۔ اور غصہ کرنا اسلئے گناہ نہین تہا۔ کہ اس سے انکو ممانعت نہوئی تہی اسلئے حضرت یونس نے اسکو جایز خیال کیا۔ کیونکہ وہ غصہ خدا ہی کے لئے تہا اور اسکی دین کی بڑائی کے لئے اور کفر اور کافرون سے بغض سے۔ ہان بہتر یہی تہا کہ وہ ان لوگون

(والجواب) عن الاول انه ليس في الآية من غاضب لكنا نقطع على انه لا يجوز ان يغاضب نبي الله لان ذلك صفة من يجهل كون الله مالكا للامر والنهي والجاهل بالله لا يكون مؤمنا فضلا عن ان يكون نبيا۔ واذا ثبت انه لا يجوز صرف هذه المغاضبة الى الله تعالى وجب ان يكون المراد انه خرج مغاضبا لغير الله والغالب انه انما يغاضب من يعصيه فيما يامره به فيحتمل قومه او الملك او هما جميعا ومعنى مغاضبته القوم انه اغضبهم بمفارقته لخوفهم حلول العذاب عليهم عندها وقرأ ابو جعفر مغضبا۔ اما قوله (اي المعترض) مغاضبة القوم ايضا كانت محظورة لقوله تعالى ولا تكن كصاحب الحوت قلنا لا نسلم انها كانت محظورة فان الله تعالى امره بتبليغ تلك الرسالة اليهم وما امره بان يبقى معهم ابدا فظاهر الامر لا يقتضي التكرار فلم يكن خروجه من بينهم معصية۔ واما الغضب

فلا نسلم انه معصية وذلك لانه لما لم يكن
منهيا عنه قيل ذلك فظن ان ذلك
جائز من حيث انه لم يفعله الا غضبا لله
تعالى وانفة لدينه وبغضا للكفر واهله بل
كان الاولى له ان يصابر وينتظر الاذن
من الله تعالى في المهاجرة عنهم ولهذا
قال تعالى ولا تكن كصاحب الحوت كان الله تعالى
اراد لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم
افضل المنازل واعلاها (تفسیر کبیر ص۱۰۹ ج۶)

مین ٹھیرے رہتے۔ اور صبر کرتے۔ اور قوم سے
جدا ہونے کے لئے خدا کے حکم کے منتظر رہتے۔
اس ترک اولی کی نظر سے خدا تعالے نے آنحضرت
کو فرمایا کہ تو یونسؑ کی مانند نہ ہو جائیو۔ جس سے
خدا تعالے کی گویا یہہ مُراد ہے کہ آنحضرت کا
رُتبہ حضرت یونسؑ سے اعلےٰ ہے۔
تفسیر فتح البیان اور معالم وغیرہ مین
(جنکا آپنے حوالہ دیا ہے) لکھا ہے۔ ذهب
مغاضبا سے یہ مُراد ہے کہ وہ قوم سے خفا
ہو کر چلے گئے۔ نہ اپنے رب سے۔ حسن۔ شعبی۔ سعید بن جبیر نے لکھا ہے خدا کے لئے خفا ہوئے۔

مغاضبا اى مراغما لقومه لا لربه وقال
الحسن والشعبي وسعيد بن جبير مغاضبا
لربه واختاره ابن جرير والقتيبي وحكى عن
ابن مسعود. قال النحاس ربما انكر هذا
من لا يعرف اللغة وهو قول صحيح والمعنى
مغاضبا لاجل ربه كما تقول غضبت لك
اى من اجلك وقال الضحاك مغاضبا لقومه
وحكى عن ابن عباس وقالت فرقة منهم الا
خفش انما خرج مغاضبا للملك الذى
كان في وقته اسمه حزقيا وقيل لم
يغاضب ربه ولا قومه ولا الملك ولكنه ما خوف

اسی کو ابن جریر اور قتیبی نے پسند کیا ہے۔ اور
یہی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔ نحاس نے
کہا ہے جو شخص لغت و محاورہ عرب سے جاہل ہے
وہ اس لفظ یا تفسیر کو پسند نہین کرتا۔ حالانکہ یہہ
کہنا صحیح ہے۔ جسکے معنے یہ ہین کہ خدا تعالے کیلئے
قوم سے خفا ہوئے۔ جیسے بولتے ہین مین تمہارے
لئے فلان شخص سے خفا ہوا۔ ضحاک نے کہا ہے
اور یہی ابن عباس سے منقول ہے کہ قوم پر خفا ہوئے
ایک جماعت نے جنہین اخفش (نحوی) ہے کہا ہے
کہ وہ اس بادشاہ سے خفا ہوئے تھے۔ جو اس
وقت مین تھا۔ جسکا نام حزقیا تھا۔ بعض نے کہا ہے

من غضب اذا انف - (فتح البیان ص ۳۳۱ جلد ۳ والمعالم)	کہ وہ کسی سے بھی خفا نہیں ہوئے - نہ خدا سے نہ قوم سے نباہ وفاہ سے - اور اس لفظ مغاضبا

کے معنے غصہ کرنیکے نہیں - بلکہ نفرت و بیزاری کے ہیں - یعنے وہ قوم سے متنفر و مستنکف ہو کر نکل گئے - آن عبارات خصوصاً تفسیر کبیر کی عبارت پڑھکر ناظرین کو یقین ہوگا کہ خدا تعالے پر غصہ کرنا کفر ہے اور اس سے انبیاء کی شان پاک اور ارفع ہے - لہذا امام رازی کی اس پہلی عبارت میں اور ایسا ہی درمنثور کی پہلی عبارت میں حضرت یونسؑ کا خدا تعالے پر غصہ کرنا مراد نہیں - بلکہ قوم پر غصہ مراد ہے -

شاید یہاں **سوال** ہو کہ اس عبارت کبیر میں اور ایسا ہی عبارت اول تفسیر درمنثور میں یہ بیان ہے کہ عذاب واقع ہو جانے کے بعد انکو غضب ہوا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عذاب اٹھ جانے پر تھا جو خدا کی طرف سے تھا نہ قوم پر کیونکہ عذاب اٹھا دینا ان کا کام نہ تھا -

اسکا **جواب** یہ ہے - کہ یہ غصہ بھی قوم پر ہے نہ خدا تعالے پر - کیونکہ اس عذاب کے اٹھ جانیکا موجب قوم ہی کا فعل (نئے موقع و بعد از وقت تضرع و استغفار) ہے - حضرت یونسؑ کو ان کے اس فعل پر (باوجودیکہ وہ فی نفسہ فعل نیک تھا) اسلئے غصہ آیا - کہ وہ فعل بعد از وقت ہوا - انہوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ میرے کہنے پر تو وہ قوم توبہ استغفار کیطرف متوجہ نہ ہوئی اور جب میری بدست آویز قدیم اور عام سنت اللہ کے (نہ بحکم جدید و خاص اعلام الٰہی) ان کے عذاب کو قطعی کہدیا - اور پھر میں مایوس و غصہ ہو کر انکے بیچ میں سے نکلگیا - تب انہوں نے ایمان و توبہ و استغفار کیطرف رجوع کیا - جس سے میرا وہ خیال و مقال غلط نکلا - اور میں انکی نظروں میں جھوٹا بنا -

کہو کادیانی صاحب! ہمنے کیسی تشریح سے ثابت کر دیا - کہ یہ غصہ قوم پر تھا نہ خدا تعالے پر - اس جواب کی مزید - توضیح و تشریح کادیانی کی پانچویں بات کے جواب میں ہوگی ان شاء اللہ تعالے

کادیانی کی دوسری بات کا جواب - اور اس میں جو پہلے قول کو ذکر کر کے اسمیں اس عاجز کے دھوکا کھانیکا دعوی کیا گیا ہے اس مقام کی شرح و حل یہ ہے کہ ابتدا حضرت

یونسؑ کی نسبت یہ علما کے دو قول ہین۔ (جو ص۷۵ رسالہ مین منقول ہوے ہین۔) ازآنجملہ پہلا قول یہہ ہے کہ حضرت یونسؑ کا ابتلا پہلے ہوا ہے۔ اور وعدۂ عذاب اسکے بعد حضرت یونسؑ نے جب ابتلا مذکور سے نجات پائی۔ تو وہ اس ظالم بادشاہ کے پاس گئے۔ پہر جب اس نے انکار کیا۔ تو خدا تعالے نے حضرت یونسؑ کیطرف وحی کی کہ ان لوگون پر بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب نازل ہوگا۔ اس قول کی دستاویز سے خاکسار نے اپنی مجالس وعظ مین بیان کیا ہتا۔ کہ حضرت یونسؑ نے جس عذاب کی خبر دی ہتی وہ شرطی ہتا۔ قطعی نہ تہا۔

میرے اس قول کے جواب مین آپنے وہ کلمہ فرمایا ہے کہ "نادان شیخ نے اس قول کے سمجھنے مین دہوکا کہایا ہے"۔ مگر اس کلمہ کا مطلب مصداق مطلب بطل شاعر ہو۔ شاید اس سے آپکی مراد یہہ ہو۔ کہ یہہ شرطی وعدہ عذاب اور موقع پر ہے یعنے ظالم بادشاہ کو ڈرانے کے وقت ہوا ہتا۔ اور ہم (خود بدولت) جس عذاب کو قطعی کہتے ہین اسکا اور موقع ہے یعنے وہ اہل نینوی کا عذاب ہتا۔ پس اگر اس کلمہ سے کادیانی کا یہی مطلب ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ مین تو آپ کو نادان نہین کہتا۔ اور نہ یہہ کہتا ہون کہ اس قول اول کا مطلب سمجھنے مین آپنے دہوکا کہایا۔ بلکہ یہہ کہتا ہون کہ آپ بڑے ہوشیار و چالاک ہین۔ آپنے بہی اسکا مطلب تو وہی سمجہا ہے۔ جو اس خاکسار نے سمجہا ہے۔ مگر دیدہ و دانستہ آپ اس مطلب سے انکار کرتے ہین۔ اور لوگون کو عمدًا دہوکا دینا چاہتے ہین۔

آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ نزول عذاب کی نسبت خدا کا وعدہ یا قول ایک ہی ہتا۔ اور وہ ایک ہی دفعہ فرمایا گیا ہتا۔ (گو اسکا مورد نزول و محل و موقع مختلف ہو) یعنے اس عذاب کا ڈر اہل نینوی کو سنایا گیا ہو۔ خواہ اس ظالم بادشاہ کو وہ وعدہ یا قول ایک ہی ہتا۔ اور ایک ہی اسکا مورد ہتا۔ یہہ نہین ہوا کہ وہ عذاب دو دفعہ آیا ہے۔ اہل نینوی کو جدا اور اس بادشاہ کی قوم پر جدا گانہ اور دو ہی دفعہ وہ وعدہ ہوا۔ اور جبکہ وہ وعدہ یا قول ایک ہی دفعہ فرمایا گیا ہتا۔ اور اسکا مضمون قول اول مذکور مین شرطی بیان ہوا ہے کہ "اگر وہ ایمان نہ لائین گے تب عذاب نازل ہوگا"۔ تو پہر اس حکم و قول کو جس موقعہ پر کوئی تسلیم کریگا۔ اسکو اسکا شرطی ہونا ماننا پڑیگا۔ خواہ کوئی اسکو

اہل نینوی کے حقین تسلیم کرے۔ (جیسا کہ آپ مانتے ہین) یا اس ظالم بادشاہ اور اسکی قوم کے حقین جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتی ہین خصوصاً اسحالت مین کہ اسکو اہل نینوی کے حقین تسلیم کرنیکی حالت مین اہل نینوی کا اسکے جواب مین یہ کہنا کہ ہم آثار عذاب دیکھینگے تب ایمان لے آوینگے۔ اسی تفسیر کبیر کے اسی صفحہ ۱۸۸ مین منقول ہے اور اسکے جواب مین حضرت یونسؑ سے یہہ کہنا کہین ثابت و منقول نہین کہ اسنے ناوالون یہ عذاب تو قطعی ہے۔ خدا تعالے نے اسکے قطعی وقوع کی خبر دی ہے۔ تم یہ بات کیون کہتے ہو۔ کہ ہم آثار دیکھکر ایمان لے آوینگے۔ حضرت یونسؑ کے یہ بات نہ کہنے اور اسمعاملہ مین خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر نہ دینے سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ عذاب اہل نینوی کو ٹلنا گیا تہا۔ تو بہی وہ انہی الفاظ سے تہا۔ جو اس قول اول مین بیان کئے گئے ہین۔ نہ اور الفاظ جن مین خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر ہو۔ کادیانی نے یہہ نہ سوچا کہ اس عبارت سے پہلے اسی صفحہ ۱۸۸ مین وعدہ عذاب کی وہ عبارت لکہی ہے جسمین شرط صریح موجود ہے۔ اس شرط کے ہوتے میرے دہوکے مین کون مسلمان آئیگا۔ اور کب کوئی مسلمان یقین کریگا۔ کہ جو وعدہ عذاب خدا کیطرف سے دیا گیا تہا وہ قطعی تہا۔

کادیانی کی تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ یہہ آپنے سفید جہوٹ بولا ہے۔ اور اپنے دام افتادہ احمقون کو یہ جتایا ہے کہ مفسرین نے بلا اختلاف اسی دوسرے قول کو پسند و اختیار کیا ہے۔ جسکو آپنے اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول اجلہ صحابہ و تابعین سے مروی ہے حالانکہ یہہ بات محض جہوٹ اور خلاف واقع ہے۔ ناظرین کو ہمارے بیان صفحہ ۸۷ سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی اسی پہلے قول پر ہین جو ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اس قول کو بہی اہل تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ کیا آپکے نزدیک حضرت ابن عباس معتبر مفسر نہین یا وہ قول تفسیر معالم و تفسیر کبیر وغیرہ مین بیان کرکے اسکو آیت قرآن سے مدلل نہین کیا۔ ناظرین صفحہ ۸۷ و صفحہ ۸۸ ملاحظہ کرین

کادیانی کی چوتہی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اس آیت وعدہ میں بات کی طرف رجوع کرنا عین اسبات کا اقبال کرنا ہے کہ حضرت یونسؑ کی خبر عذاب کے قطعی ہونے پر آپکے پاس کوئی طمانیت بخش

دلیل نہین۔ اسلیئے آپنے اسکی تائید اس آیت وعدہ تیس رات سے نکالنی چاہیئے۔ مگر ہمنے ص۹۵ مین ثابت کردیا ہے کہ اس آیت سے صرف تیس رات کا وعدہ ہونا پھر اسکا خلاف ہونا ثابت نہین ہوتا لہذا یہ دلیل بھی آپکا خالی گیا۔

کادیانی کی پانچوین بات کا جواب اور لفظ لاحالہ اور تفسیر کبیر کی دوسری عبارت کی تشریح

یہ ہو کہ یہ لفظ و عبارت ای کادیانی صاحب اسمارہ اس دعوی پر دلیل ہے کہ وعدہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی نہوا تھا آپکے اس دعوی کی کہ وہ وعدہ قطعی تھا۔ کیونکہ اگر خدا کی طرف سے وعدہ عذاب قطعی الفاظ کے ساتھ ہوتا تو اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو یقین کامل پیدا ہوتا۔ نہ صرف ظن جس کو اس عبارت مین فظن انہ لاحالۃ نازل سے بیان کیا گیا ہے اور یہہ کہا گیا ہے کہ حضرت یونسؑ نے ظن اور گمان کیا کہ وہ عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے۔ اس لفظ ظن سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ وعدہ عذاب جو خدا کی طرف سے ہوا تھا وہ قطعی الفاظ سے نہ تھا۔ حضرت یونسؑ نے اپنے ظن سے اسکو قطعی سمجھہ لیا تھا۔ اور اس ظن کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو ہمنے پہلے اجمالی جواب مین پھر تفصیلی جواب مین پہلی عبارت تفسیر کبیر کی تشریح مین کہی ہے کہ جب حضرت یونسؑ کو قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم عذاب کے آثار دیکھکر ایمان لے آئین گے تو انہون نے اس قدیم سنت اللہ کے دست آویز سے کہ عذاب آجانیکے بعد ایمان قبول نہین کیا جاتا۔ یہہ سمجھہ لیا اور گمان کیا کہ یہہ عذاب قطعی ہے اور ٹلنے والا نہین ہے۔ اور اس خیال و گمان کیوجہ سے وہ اس قوم پر خفا ہو کر ان مین سے نکل گئے۔ اس قدیم سنت اللہ کا ثبوت قرآن کی اس آیت مین ہے

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝	جسمین ارشاد ہے کہ کیا یہہ لوگ زمین مین پھر کر پہلے لوگون کا حال (انکی کہنڈرون سے) نہین دیکھتے۔ جو ان سے (شمار مین) زیادہ تر اور قوت مین سخت تر اور زمین مین نشان (تصرفات عمارات وغیرہ) مین بڑھکر تھے پھر ان کا کمایا ان کے کام نہ آیا جب رسول انکے پاس نشان لیکر آئے تو وہ

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورۃ المؤمن ع ۹)

اپنے معلومات پر خوش ہوئے۔ اور ان کو عذاب نے گہیر لیا۔ جس سے وہ ٹہٹھہ کرتے تہے۔ پہر جب انہون نے ہمارے عذاب کو دیکہا تو بولے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے۔ اور جنکو اللہ کا شریک بناتے تہے ان سے منکر ہوئے پر وہ ایمان ان کے کام نہ آیا جب انہون نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کی یہی سنت (عادت) ہے۔ جو (تمام گذشتہ) بندون مین گذر چکی ہے۔ تب منکر نقصان مین پڑ گئے۔ اپنی اسی سنت کے موافق خدا تعالے نے فرعون سے معاملہ کیا ہے۔ جب وہ عذاب دیکہکر ایمان لایا جسکا اس آیت مین ذکر ہی جسمین یہ بیان ہی کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الہ الا الذین اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین الاٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرا من الناس عن اٰیتنا لغفلون ۝ (سورہ یونس ع ۹)

کہ مین ایمان لایا۔ کہ بجز اس معبود کے جسکو بنی اسرائیل مانتے ہین کوئی دوسرا معبود نہین اور مین مسلمانون مین سے ہون (اللہ تعالے نے فرمایا) کیا اب ایمان لاتا ہی۔ اور اس سے پہلے تو مفسدون سے رہا۔ پس آج ہم تیری لاش کو زمین پر ڈالینگے تاکہ تو پچہلے لوگون کے ایک نشان (عبرت) ہو۔" اور چونکہ حضرت یونس اللہ تعالے کے نبی تہے۔ لہذا وہ اس سنت اللہ سے بے خبر نہ تہے۔ اور وہ اللہ تعالی کی سنن واحکام کی تبلیغ واطلاع کرنے سے مامور تہی۔ لہذا ان کی نسبت بہی اعتقاد کرنا واجبات سے ہے کہ انہون نے اسی سنت اللہ کی نظر سے اور قوم کے سر دست و دم نقد ایمان لانے سے انکار اور عذاب دیکہکر ایمان لانے کے اقرار سے وہ گمان کیا۔ اور سمجہہ لیا کہ عذاب دیکہنے کے بعد اس قوم کا ایمان قبول نہوگا۔ اور وہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور اسی خیال سے غصہ کہا کر قوم کو چہوڑ دیا۔ اور چلے گئے۔ اور پہر عذاب رفع ہو جانے سے انکو یہہ خوف پیدا ہو گیا۔ کہ مین اس قوم مین جہوٹا سمجہا جاؤن گا۔ میرا قول تو ان کے سامنے یہ تہا کہ وہ عذاب بحکم قدیم سنت اللہ ایمان لانے سے نہ ٹلیگا اور واقع مین ٹل گیا۔ اور خدا کی اس سنت قدیم مین ایک مستثنے پیدا و لاحق ہو گیا۔ لہذا

انکو اس قوم پر دوبارہ رنج ہوا۔ اور غصہ آیا کہ کیون انہون نے مجھے جھوٹا کرایا۔ اور خود مجھے جھوٹا کہنا چاہا تھا۔ اسی خیال اور رنج سے انہون نے اس قوم کی طرف آنے سے انکار کیا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب قوم نہ دیا گیا تھا۔ بلکہ انہون نے قوم کے انکار اور خدا کی قدیم سنت سے قطعیتِ عذاب کا ظن کیا تھا۔ اور اگر حضرت یونسؑ کو خدا کی طرف سے عذاب کا قطعی وعدہ دیا جاتا۔ تو پھر حضرت یونسؑ کو اس عذاب کا صرف ظن نہوتا بلکہ یقین ہوتا۔ اور نہ وہ عذاب ایمان لانے سے ٹلتا۔ بلکہ اس قوم کو ویسا ہی ہلاک کیا جاتا۔ جیسکہ اگلی قومین باوجود ایمان لانے کے ہلاک کی گئی۔ اور جیسا کہ فرعون کا الٰہ الا اللہ کہتا ہلاک کیا گیا تھا۔ اور نہ اس قدیم سنت اللہ سے اس قوم کو مستثنیٰ کیا جاتا۔ اور یہہ امر نصوص قرائن سے ثابت و معلوم اور اکثر کے نزدیک مسلم ہے کہ یونسؑ کی قوم پر عذاب شروع ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ ایمان لانے سے اٹھایا گیا۔ اور اس امر مین حضرت یونسؑ کی قوم پہلی تمام امتون کے حکم سے مخصوص و مستثنیٰ ہے۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ اصل عذاب نہ آیا تھا صرف اسکی علامات و نشان آئے تھے۔ مگر اسکو ظاہر قول خداوندی کہ قوم یونسؑ کی ایمان لائی۔ تو ہمنے عذاب کو کہول دیا یعنے اوٹھا دیا۔ رد کرتا اور صاف بتاتا ہے کہ عذاب آچکا تھا۔ پھر اوٹھالیا۔ اور کہولا گیا۔ عذاب نہ آیا تھا تو کہولا کسکو؟

تفسیر معالم التنزیل مین کہا ہے۔ اسمین مفسرین کا اختلاف ہے کہ قوم نے اصل عذاب کو دیکھا تھا۔ یا نہین۔ بعض کا قول ہے۔ کہ صرف عذاب کی علامت دیکھی تھی۔ مگر اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ بعینہ عذاب دیکھا تھا۔ اسکی دلیل یہ قول خداوندی ہے۔ کہ ہمنے ان سے عذاب کہول دیا۔ اور کہولنا یا اٹھانا تب متصور ہے جبکہ عذاب واقع ہو چکا یا قریب الوقوع ہو۔

اختلفوا فی انہم ھل راوا العذاب عیانا ام لا فقال بعضھم راوا دلیل العذاب والاکثرون علی انھم راوا العذاب عیانا ویدل علیہ قولہ کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا والکشف یکون بعد الوقوع او اذا قرب

(تفسیر معالم التنزیل ص ۴۴)

اور تفسیر فتح البیان مین ہے کہ ابن جریر نے کہا ہے حضرت یونسؑ کی قوم اور اوثون سے اس امر سے مخصوص ہوئی ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد ان کا عذاب اوٹھایا گیا۔ یہ قول جماعت مفسرین کا ہے۔ زجاج کہتا ہے کہ عذاب نہین دیکھا تہا۔ صرف اسکی علامت دیکھی تہی۔ اس قول کو صاحب فتح البیان نے پسند کیا ہے مگر یہ اس بیان کے برخلاف ہے جو اسکے بعد ابن عباس وغیرہ سے اپنے نقل کیا ہے کہ عذاب میل یا دو ثلث میل کے قریب آگیا تہا۔ اور آسمان سے سخت سیاہ ہولناک دہوآن اتر پڑا۔ جس سے اسکی چھتین کالی ہوگئین پہر انہون نے توبہ کی اور نیک نیت کی تو اللہ نے انپر رحم کیا اور اس عذاب کو کہول دیا۔ بعد اسکے کہ وہ انکے سر پر آچکا تہا۔

قال ابن جریر یخص قوم یونس من بین الامم بان تیب علیہم من بعد معاینۃ العذاب وحکی ذلک عن جماعۃ من المفسرین وقال الزجاج انہ لم یقع العذاب انما رأوا علامۃ العذاب ✦ ✦ ✦ عن ابن عباس ان العذاب کان ھبط علی قوم یونس لم یکن بینہم وبینہ الا ثلثی میل فلما دعوا کشف اللہ عنہم وقال قتادۃ قدر میل وقال غامت السماء غیما اسود۔ ھائلا یدخن دخانا شدیدا فھبط حتی غشی مدینتہم و اسودت اسطحتہم فتابوا واخلصوا نیتہم فرحمھم اللہ وکشف ما نزل بہم من العذاب بعد ما اظلھم ✦

(تفسیر فتح البیان ص ۳۹۷ جلد ۲)

اخرج احمد فی الزھد عن ابن عباس ان العذاب ھبط علی قوم یونس حتی لم یکن بینہم وبینہ الا قدر ثلثی میل فلما دعوا کشف اللہ عنہم واخرج احمد وفلان و فلان عن سعید بن جبیر قال غشی قوم

ابن عباس کی روایت مذکور تفسیر درمنثور مین منقول ہے اور تفسیر درمنثور مین مجاہد سے منقول ہے کہ حضرت یونس کی قوم کو عذاب نے ڈہانک لیا۔ جیسا کہ قبر کو کپڑے سے ڈہانک لیا جاتا ہے جب اسمین مردہ کو داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا۔ اور تفسیر درمنثور مین قتادہ سے منقول ہے کہ جو معاملہ حضرت یونس کی قوم سے ہوا یہہ پہلی کسی امت سے نہین ہوا۔ کسی بستی کو عذاب دیکھہ لینے کے بعد ایمان نے نفع نہین دیا حضرت یونس کی

یونس العذاب کما غشی القبر فی الثوب اذا ادخل فیہ صاحبہ ومطرت السماء دما واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن قتادہ فلولا کانت قریۃ امنت یقول لم یکن ھذا فی الامم قبل قوم یونس لم ینفع قریۃ کفرت ثم امنت حین عاینت العذاب الا قوم یونس فاستثنی قوم یونس کشف عنھم العذاب بعد ما تدلے علیھم لم یکن بینھم وبینہ الا میل۔

(تفسیر درمنثور)

قوم تمام قوموں سے اس امر میں مستثنی ہوئی ہے انکا عذاب قریب آجانیکے بعد اٹھایا گیا۔ اس بیان سے ثابت ہوکہ حضرت یونسؑ کی قوم پر جو رحم ہوا۔ اسمیں قدیم سنت الٰہی میں ایک استثناء تخصیص واقع ہوئی جسکا حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے علم نہ دیا گیا تھا اور اسی واسطے انہوں نے باوجودیکہ انکو شرطی طور پر عذاب آنیکی خبر دیگئی تھی قوم کا یہہ جواب سنکر کہ "ہم عذاب دیکھکر ایمان لائینگے"۔ یہ خیال اور ظن کرلیا تھا کہ بس اب عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ عذاب دیکھنے کے بعد کسیکا ایمان قبول نہیں ہوا۔

خدا تعالے نے انکو ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ عذاب قطعی ہے۔ اگر خدا تعالے ایسا فرماتا تو حضرت یونسؑ کو اسکا یقین ہوجاتا صرف ظن نہ ہوتا۔ جیساکہ اس عبارت متمسکہ کادیانی میں کہا گیا ہے۔ لہذا یہہ عبارت ہمارے خیال کی موید اور ہماری دلیل ہوئی۔ نہ کادیانی کے خیال کی موید اور اسکی دلیل۔

کادیانی کی چھٹی بات اور فخریہ الزام کا جواب اور تفسیر درمنثور کی پہلی عبارت متمسکہ کادیانی کے لفظ کذبت اور اسکے متعلق فقرہ کی تشریح۔ اس فخریہ کے الزام کا جواب تو کادیانی ہی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔ بولو کادیانی جی اب کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ حضرت یونسؑ نبی نے وعدہ ہلاکت کو خدا تعالے کے فرمانے سے قطعی نہ سمجھا تھا بلکہ قوم کے سر دست ایمان لانے سے انکار اور اس شرطی ایمان کے اقرار سے کہ ہم عذاب دیکھینگے تب ایمان لائینگے اور خدا تعالے کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے کہ بعد معائنہ عذاب ایمان قبول نہیں کیا جاتا۔ اسکا ظن کیا تھا۔

لفظ کذبت اور اسکے متعلق فقرہ کی تشریح آپکی پہلی اور پانچویں بات کے جواب میں ہوچکی ہے اور یہہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت یونسؑ نے اپنے اسی قول سے جو قوم کے انکار سے اور خدا کی سنت قدیمہ

کی دست آویز سے سمجھکر انہون نے فرمایا۔ اپنے آپ کو قوم کی نظرون مین جھوٹا قرار دیا تھا۔ نہ یہہ خدا کی طرف سے وعدہ خلافی ہونیکے سبب خدا تعالے کو جھوٹا کہا ہو۔ یہان صرف یہہ تشریح ضروری ہو کہ کادیانی لفظ کذبت کو بصیغہ مجہول لکھا ہے اور اسکا ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہو۔ جس سے خدا تعالے کیطرف کذب اور وعدہ خلافی کی نسبت ہو چنانچہ کادیانی کہا ہو کہ قطعی وعدہ کیون خلاف واقع نکلا۔ مجھ پر کیون ایسی وحی نازل ہوئی۔ جسکی پیشگوئی پوری نہوئی۔ اور یہہ محض کادیانی کا حضرت یونس اور خدا تعالے پر افترا ہے۔ اس کتاب مین اس لفظ کو بصیغہ مجہول ضبط نہین کیا گیا۔ تاکہ اسکے معنے یہہ ہون۔ کہ مجھ سے اس وحی و پیشینگوئی مین جھوٹ بولا گیا۔ اور واقع مین بھی یہ لفظ بصیغہ مجہول معلوم نہین ہوتا۔ بلکہ یہہ لفظ بصیغہ معروف کذبت معلوم ہوتا ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ مین نے اپنے خیال اور ظن سے (جسکی تشریح اوپر گذر چکی ہے) اون لوگون کو جھوٹ کہا کہ تمہارا ایمان قبول نہوگا۔ اور یہ عذاب ٹلیگا۔

ہمارے اس دعوی پر کہ یہہ لفظ بصیغہ معروف معلوم ہوتا ہے نہ بصیغہ مجہول۔ دو دلیلین اسی کتاب مین موجود ہین۔ ایک تو وہی۔ دوسری روایت و عبارت جسکو کادیانی در منثور سے نقل کیا ہے۔ اسمین لفظ لا ادجع الیھم کذابا جو فاعل کا صیغہ اور وہ لفظ حضرت یونس نے اپنے حق مین بولا ہے۔ لہذا وہ لفظ صاف بتاتا ہے کہ کذب کا فاعل انہون نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ اور یہ لفظ معروف ہے نہ خدا تعالے کو جو بصورت مجہول ہونے اس لفظ کا فاعل لدیسہ بنتا ہے۔ دوسری دلیل اس کتاب کی ایک اور روایت ہے جسکو اسمین بروایت ابن مردویہ۔ ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے اور اسکے اخیر مین حضرت یونس سے یہہ قول نقل کیا گیا ہے فقال لا ادجع الی قوم قد کذبتہم وظنوا مغاضبا یعنی مراغما۔ یعنی حضرت یونس نے فرمایا۔ اب مین ایسی قوم کی طرف پھر کر نہ جاؤن گا۔ جس کو مین اپنے خیال و ظن سے (جسکی تشریح ہو چکی ہے) جھوٹ کہہ چکا ہون کہ عذاب ضرور آئیگا یہہ کہکر وہ غصہ ہوکر یعنے بیزار ہوکر چلے گئے۔ اب کادیانی کو چاہیے کہ شرم اور حیا کو اختیار کرکے اس لفظ کذبت کو اور اس عبارت کو اپنے مدعا کے برخلاف سمجھکر واپس لے یا کچھہ کہا کرے۔ کیونکہ ایسے جھوٹ بولنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.